ڈاکٹر احمد بلال اعوان
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو، گُرمانی مرکزِ زبان و ادب، لمز

علمِ منطق پر ایک نایاب اُردو کتاب: مبادی الحکمہ

The Urdu language has been maligned/criticized for its incapacity to articulate and express the higher academic and philosophical problems. This is no more than a wrong or false perception, not strengthen by the facts. This article includes an introduction and detailed review of a rare Urdu book on the fundamentals of logic: MubadiulHikmah. It was written by the famous Urdu writer and one of the earliest Urdu novelists, Maulvi Nazeer Ahmad. It came out, first time, in 1871. Last time, it was printed in 1920. Since then, it is out of print. Today, only a few copies can be found in the old collections, and the condition of those copies is really critical: These copies are in a serious condition. This article intends to challenge this wrong and far spread assumption that the Urdu language is not capable of producing higher academic and philosophical problems and issues. In addition to this, it will also serve the purpose that the Urdu language has the ability to articulate higher academic and philosophical issues adequately.

'مبادی الحکمہ' (مبادی الحکمت) از مولوی نذیر احمد

اُردو زبان پر ایک عام اور دیرینہ اعتراض یہ ہے کہ یہ ابھی تک اعلیٰ علمی و فلسفیانہ مسائل کو بطریقِ احسن (adequaltely) ادا کرنے کے قابل نہیں ہوئی۔ یہ اعتراض دراصل ایک عام تاثر (general perception) پر مبنی ہے۔ ہمارا ایک قومی المیہ یہ بھی ہے کہ اکثر عام تاثرات ہی بغیر تصدیق اور تحقیق کے حقائق کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح اُردو زبان کے متعلق ایک تاثر یہ قائم ہو چکا ہے کہ یہ محض ایک ادبی یا زیادہ سے زیادہ صحافتی زبان ہے۔ حال آنکہ تھوڑی سی جستجو سے ہی یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ یہ تاثر بالکل غلط اور غیر مصدقہ ہے۔ یہ درست ہے کہ اُردو زبان اعلیٰ علمی و فلسفیانہ نثر کے ضمن میں دنیا کی دیگر اعلیٰ علمی زبانوں مثلاً عربی، اطالوی، جرمن، فرانسیسی، انگریزی، چینی وغیرہ، کی سطح تک نہیں پہنچی۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس کا دامن علمی اور فلسفیانہ موضوعات سے بالکل ہی خالی ہے یا پھر یہ کہ یہ اعلیٰ علمی موضوعات کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ حقیقت دراصل اس کے بین بین ہے۔

ہماری اب تک کی اُردو تحقیق کا دائرہ زیادہ تر ادبی اور کسی حد تک مذہبی (اسلامی) موضوعات و شخصیات تک محدود رہا ہے۔ اُردو میں، ان دو کے علاوہ، دیگر موضوعات ومضامین پر تحقیق کی جانب زیادہ توجہ نہ دینے کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ یہ تصور اور تاثر رواج پا گیا کہ اُردو نثر میں علمی سرمایا نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ حقائق اس کے برعکس ہیں۔ اُردو میں علمی نثر کی روایت کافی پرانی اور کسی قدر مستحکم ہے۔ اگرچہ اس کی کچھ ابتدائی اور اہم کڑیاں گُم ہیں لیکن اس کے باوجود اس میں

اتنا ذخیرہ موجود اور دستیاب ہے جو اس کے ایک علمی زبان ہونے یا کم از کم اعلیٰ زبان بننے کی صلاحیت رکھنے پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔اور اس امر پر دلالت بھی کرتا ہے کہ اس میں ہر قسم کے علمی اور فلسفیانہ موضوعات کے بیان کا آغاز بہت پہلے ہو گیا تھا۔اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہم اُردو میں تحقیق کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے اُسے دیگر علمی موضوعات اور مضامین تک پھیلائیں۔ اس ضمن میں ضرورت اس امر کی ہے وقت کی گرد میں دبے اس علمی ذخیرے کو کھوج کر منظر عام پر لایا جائے اور پھر اس کے گہرے مطالعے اور تجزیے سے اس کی صحیح قدر کا تعین اس کے موضوعات کی نسبت سے کیا جائے۔ اسی حوالے سے ایک خفیف سی کوشش اس مختصر مقالے میں کی گئی ہے جس میں اُنیسویں صدی کی ایک نادر اور کمیاب علمی بلکہ فلسفیانہ کتاب کا تعارف و جائزہ پیش کیا گیا ہے۔اس کتاب کا تعارف و جائزہ درحقیقت اس لمبے، کٹھن اور صبر آزما سفر کا نقطہٗ آغاز ہے جس کا مقصد اُردو زبان میں موجود، مگر گُم گشتہ سرمائے کی بازیافت اور اس کی قدر بندی ہے۔اور یہ کام اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہم اُردو میں علمی نثر کی روایت کی تمام اہم گمشدہ کڑیوں کو ڈھونڈ کر یکجا نہ کرلیں۔ درج ذیل سطور میں جس کتاب کا تعارف اور جائزہ پیش کیا جا رہا ہے وہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مبادی الحکمہ (مبادی الحکمت) از مولوی نذیر احمد

'مبادی الحکمہ' (مبادی الحکمت)اردو میں علم منطق (logic) پر ابتدائی طبع زاد کتابوں میں سے ایک ہے۔[1] اس کے مصنف اُردو کے صاحبِ طرز ادیب اور اُردو کے اولین ناول نگاروں میں سے ایک ،مولوی نذیر احمد ہیں۔ یہاں ابتدا ہی میں کتاب کے عنوان کے متعلق ایک وضاحت پیش کرنا ضروری ہے ۔ اس ضمن میں ایک پہلو یہ ہے کہ اس کتاب کا عنوان 'مبادی الحکمہ' بظاہر اس کے نفسِ مضمون سے میل نہیں کھا تا بلکہ ایک حد تک مغالطہ انگیز (deceptive) ہے ۔'الحکمہ' قرآنی اصطلاح ہے جس کا انگریزی ترجمہ wisdom کیا جاتا ہے ۔مغربی علمی وفکری روایت ،جس کا آغاز قدیم یونان سے ہوا، کے مطابق حکمت سے محبت کو فلاسفی کہا جاتا ہے۔ اس لیے مسلمان ،خصوصاً عرب، حکما بھی فلاسفی کا مترادف عربی اصطلاح الحکمہ ہی کو قرار دیتے ہیں ۔[2] یہ موضوع ایک لگ مقالے کا متقاضی ہے کہ آیا عربی (قُرآنی) اصطلاح 'الحکمہ' اور یونانی الاصل لفظ 'فلاسفی/فلسفہ' ہم معنی و مترادف ہیں یا نہیں۔ یہاں صرف یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ کتابِ ھٰذا کا عنوان ''مبادی الحکمہ'' دراصل کتاب کے نفسِ مضمون سے مناسبت نہیں رکھتا۔ یہ کتاب اصل میں علم منطق کی مبادیات (the fundmentals of logic) سے بحث کرتی ہے نہ کہ حکمت و فلسفہ سے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ بلا شبہ منطق فلسفہ ہی کی ایک شاخ ہے بلکہ یہ وہ علم ہے جو فلسفیانہ تفکر کے لیے ذہنِ انسانی کی تربیت کرتا ہے اور اسے صحیح اور غلط فکر میں امتیاز کرنا سکھاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر منطق کا علم فلسفہ وحکمت کے حصول کے لیے ذہنِ انسانی کی تربیت بھی کرتا ہے۔ اس تناظر میں مولوی صاحب کا منطق کو 'الحکمہ' کی بنیاد قرار دیتے ہوئے اپنی کتاب کا عنوان 'مبادی الحکمہ' رکھنا کسی حد تک قابلِ فہم ہے ۔لیکن اسے اصطلاحاً حکمت قرار دینا ذرا ابہام پیدا کرسکتا ہے۔نفسِ مضمون کے مطابق کتاب کا عنوان اگر ''مبادیاتِ علمِ منطق'' ہوتا تو اس کے نفسِ مضمون کا ابلاغ قدرے بہتر انداز سے ہوتا۔لیکن مولوی صاحب کا منطق کو حکمت کی بنیاد قرار دینا بھی اپنی جگہ صحیح تھا۔

اب تک کی معلومات کے مطابق 'مبادی الحکمۃ' کم از کم تین مختلف مقامات سے مختلف اوقات میں شائع ہوتی رہی۔ 'قاموس الکتب' میں مولوی عبدالحق نے اس کے ایک ناقص الطرفین[3] نسخے کا ذکر کیا ہے اور اس کا سالِ اشاعت انھوں نے ۱۹۷۰ درج کیا ہے۔[4] یہ نسخہ انجمنِ ترقی اُردو کے کتب خانۂ خاص میں موجود ہے ۔اور یہ بات طے ہے کہ یہ 'مبادی

الحکمہ' کی سب سے پہلی اشاعت ہی کا نسخہ ہے لیکن غالب امکان یہ ہے کہ اشاعت ۱۸۷۱ میں منظرِ عام پر آئی نہ کہ ۱۸۷۰ میں۔مولوی صاحب کے اپنے بیان کے مطابق انجمنِ ترقی اُردو کراچی والا نسخہ ناقص الطرفین ہے، اور اسی لیے اُس سے اُس کے سالِ اشاعت کا تعین کرنا قدرے مشکل ہے۔اس مسئلے کی وضاحت آگے چل کر ہو جائے گی۔'مبادی الحکمہ 'ایک صحیح الطرفین نسخہ کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور میں موجود ہے۔یہ نسخہ ۱۸۹۱ کی اشاعت کا ہے، اور یہ مطبع مجتبائی دہلی، ہندوستان سے منظرِ عام پر آئی۔۵ اس مقالے میں جائزے کے لیے اسی نسخے کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی نے مولوی نذیر احمد پر اپنے پی۔ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے''مولوی نذیر احمد:احوال و آثار'' ۶ میں مطبع علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ کے نسخے کو بنیاد بنا کر اس پر بحث کی ہے۔ یہ نسخہ ۱۹۲۰ میں مفیدِ عام اسٹیم پریس آگرہ ،کی اشاعت کے تیسرے ایڈیشن کا ہے۔۷ افتخار احمد صدیقی کے مطابق اس تیسرے ایڈیشن کے سرورق پر بھی سن تصنیف ۱۸۷۱ درج ہے۔ اس سے یہ داخلی شہادت ملتی ہے کہ یہ کتاب ۱۸۷۱ میں شائع ہوئی۔۸ آنے والی سطور میں یہ بات مزید واضح ہو جائے گی کہ یہ کتاب ۱۸۷۰ میں لکھی گئی یا پایہ تکمیل کو پہنچی لیکن پہلی مرتبہ شائع ۱۸۷۱ میں ہوئی نہ کہ ۱۸۷۰ میں۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ کتاب مختلف اوقات میں مختلف مقامات سے شائع ہوتی رہی ہے لیکن آج بدقسمتی سے اس کے چند ہی نسخے دستیاب ہیں جو دستبردِ زمانہ سے بچ کر ہم تک پہنچے ہیں اور اُن پر بھی النادر والمعدوم کی اصطلاح صادق آتی ہے۔

'مبادی الحکمہ' کی وجۂ تصنیف یہ ہے کہ ۱۸۷۰ء میں حکومتِ ہند (انگریز سرکار) نے علم منطق کے حوالے سے جامعات/مدارس کے طلبہ کی نصابی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اُردو میں اس موضوع پر کتابوں کی تصنیف کا اشتہار دیا۔۹ اس ضمن میں بہترین قرار دی جانے والی کتاب کے لئے انعام دینے کا اعلان بھی کیا گیا۔حکومت کو اس اشتہار کے نتیجے میں کل گیارہ (۱۱) کتابیں موصول ہوئیں جن میں سے مولوی نذیر احمد کی کتاب 'مبادی الحکمہ' بہترین قرار دی گئی اور انہیں پانچ سو روپیہ نقد انعام سے نوازا گیا۔حکومت نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا اور اشاعت کے بعد یہ کتاب ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں کے علم منطق کے نصاب میں شامل رہی جن میں کولکتہ (پرانا نام کلکتہ) یونیورسٹی سب سے نمایاں ہے۔'مبادی الحکمہ' کے مقصدِ تصنیف کے متعلق خود مولوی نذیر کچھ اسی قسم کی بات لکھتے ہیں:

> ''سر ولیم میور۱۰ کی گورنمنٹ کو تعلیم کی طرف خاص توجہ تھی ۔ادھر تو بشیر منطق شروع کرنے والا تھا ادھر گورنمنٹ کو سرکاری مدارس کے مبتدیوں کے لیے ایک رسالے کی ضرورت تھی ،اشتہار دیا گیا ،جگہ جگہ رسالے بننے لگے ۔۔۔میں نے بھی عربی اور انگریزی منطق کو ملا جلا کر ایک نئی قسم کا رسالہ لکھا مبادی الحکمت۔گیارہ رسالوں میں میرا رسالہ بازی لے گیا اور انعام کے پان سو جیتا۔کلکتہ (موجودہ کولکتہ)یونیورسٹی نے اس کو کورس میں بھی لے لیا۔۱۱

'مبادی الحکمہ' کے دیباچے میں وہ لکھتے ہیں:

> ''الحمد اللہ اُردو اب وہ نہیں رہی ج جس میں میر حسن کی مثنوی اور میر امن کی چہار درویش اور مرزا رفیع السودا کی کلیات کے سوائے علمی کتاب ڈھونڈو اور نہ ملے جستجو کرو اور نہ پہنچے تلاش کرتے رہے اور دستیاب نہ ہو۔فیضِ توجۂ حکامِ وقت سے علوم وفنون کی صد ہا کتابیں اُردو میں بن گئیں اور بنتی جا رہی ہیں۔۔۔غرض وہ وقت آ پہنچا اور وہ زمانہ آ گیا کہ مشکل سے مشکل مضمون اور پیچیدہ سے پیچیدہ مطلب پر بھی ہم اپنی زبان

میں مباحثہ اور مناظرہ کرتے ہیں۔ پس، کیا ایسی حالت میں زبان اُردو منطق کی حاجت مند نہیں۔ نہیں سخت حاجت مند ہے۔ دعوے کا اثبات، حق کا مطالبہ، استحقاق کی حفاظت، دلیل کی اُستواری، مطلب کی تائید، اعتراض کی تردید، الزام کا دفعیہ، فریب کی پردہ دری، مغالطہ کا افشا حتیٰ کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل، منطق نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ یہی حاجت دیکھ کر میں نے اس رسالہ میں ضروری مسائلِ علم منطق جمع کیے۔ باتیں وہی ہیں جو قطبی[۱۲] اور اس سے فروتر کتابوں میں موجود ہیں۔ طرز ادا میرا ہے اور انگریزی رسالۂ منطق[۱۳] جناب افضل العلما ایم کیمسن صاحب بہادر اقبالہم نے عنایت فرمایا تھا کچھ اس سے اخذ کرلیا ہے۔ یوں عربی اور انگریزی مل کر ایک شانِ خاص پیدا ہوگئی ہے۔'' [۱۴]

مولوی نذیر احمد کے مندرجہ بالا بیان سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں: ایک یہ کہ اُردو زبان میں انیسویں صدی کے وسط تک ہر قسم کے علمی موضوعات اور مسائل کے اظہار اور اُن پر گفتگو کی صلاحیت پیدا ہوچکی تھی۔ دوسری یہ کہ اُردو زبان میں علم منطق کے مسائل دو بڑی زبانوں کی وساطت سے آئے ایک عربی اور دوسری انگریزی۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ان دونوں بڑی زبانوں میں علمِ منطق کا بنیادی مآخذ ارسطوی منطق (Aristotilean logic) ہے۔ برِصغیر پاک و ہند میں دینی مدراس میں پڑھائی جانے والی منطق عربی زبان کے توسط سے آئی۔ جبکہ انگریز راج کے بعد مغربی تعلیم کے فروغ کے لیے قائم ہونے والے اداروں (کولکتہ یونی ورسٹی، پنجاب یونی ورسٹی وغیرہ) میں پڑھائی جانے والی منطق انگریزی کے ذریعے سے اُردو میں منتقل ہوئی۔ یہاں یہ نکتہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ آج مغرب میں علمِ منطق بہت ترقی کر چکا ہے اور یہ کئی شاخوں میں تقسیم ہوکر مزید ترقی کر رہا ہے۔[۱۵] لیکن جس دور میں مولوی نذیر احمد نے یہ کتاب تحریر کی اس وقت منطق، انگریزی اور عربی دونوں زبانوں میں، بنیادی طور پر اُن اصولوں پر ہی اُستوار تھی جو ارسطو نے قائم کیے تھے۔ اسی بنا پر مولوی نذیر احمد نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے علمِ منطق کے عربی اور انگریزی تصورات کی باہمی آمیزش سے اس کتاب کا مواد ترتیب دیا اور اُسے اُردو زبان کے قالب میں ڈھالا اور اس میں ایک نئی شان پیدا کی۔ گویا اُردو زبان میں اس عہد کے مطابق یہ علم منطق کی مبادیات پر ایک جدید ترین کتاب تھی جس میں علمِ منطق کے دونوں بنیادی دھاروں سے کسبِ فیض کیا گیا تھا اور ان دونوں زبانوں میں موجود علمِ منطق کے مباحث کو ایک جگہ اُردو کتاب میں یکجا کر دیا گیا۔

'مبادی الحکمہ' ایک سو انتالیس (۱۳۹) صفحات پر مشتمل ہے۔ مولوی عبدالحق نے قاموس الکتب میں اس کے صفحات کی تعداد ایک سو اڑتیس (۱۳۸) درج کی ہے۔ نسخۂ کتب خانہ مجلسِ ترقیٔ ادب، جو صحیح الطرفین نسخہ ہے، کے مطابق اس کے صفحات کی تقسیم دو طرح سے کی گئی ہے۔ سرورق، فہرست عنوانات، دیباچہ کے صفحات کی ترتیب الگ ہے اور اُن کی تعداد نو (۹) ہے۔ دوسری ترتیب میں کتاب کا اصل متن، تتمہ اور دو تقریظات شامل ہیں، اور اس کی تعداد ایک سو بتیس (۱۳۲) ہے۔ ان دونوں کو جمع کیا جائے تو صفحات کی تعداد ایک صفحے کے فرق کے ساتھ تقریباً اُتنی ہی بنتی ہے جتنی مولوی عبدالحق نے قاموس الکتب میں دی ہے۔

فہرستِ عنوانات میں مجموعی طور پر ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ اس سے اس کتاب کے اختصار کا پہلو تو ہمارے سامنے آتا ہے لیکن یہ بھی ایک دلچسپ امر ہے کہ علمِ منطق کے ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) بنیادی اصولوں کو ایک سو بتیس (۱۳۲) صفحات میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس میں علم منطق کے جن اہم و بنیادی پہلوؤں پر بحث

کی گئی ہے ان میں منطق کا مفہوم، تصدیق(judgement) اور اجزائے تصدیق، حجت، دلالت(argument/demonstration) اور اقسامِ دلالت، ماہیت(essence)، نوع(class/specie)، جنس (kind/category)، قضیہ (premise/proposition)اور اجزائے قضیہ، موضوع(subject)، متصلہ (continual/adjacent)، شرطیہ(provisional/conditional) ، متناقض (paradoxical/opposite/defective)، عکس، قیاس(syllogism)اور متعلقہ مباحث مثلاً انسان کی قوتِ بیانیہ وقوتِ فہم، استدلال اور متعلقہ مباحث، مشاہدہ، سریع الاعتقادی، علم تاریخ کی بنیاد اور انسانی رائے پر صحبت اور تربیت کے اثرات وغیرہ اہم ہیں۔ اگرچہ آج علم منطق مزید ترقی کرکے کئی شاخوں میں منقسم ہوچکا ہے، لیکن اس کے بنیادی مباحث کم وبیش وہی ہیں جنہیں مولوی نذیر احمد نے اس کتاب میں واضح کردیا تھا۔ اس ضمن میں یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ علم منطق جیسے پیچیدہ اور دقیق موضوع کے بنیادی تصورات کو اُردو میں واضح، براہِ راست اور قطعی انداز میں بیان کرنے کی کاوش کا آغاز تقریباً اُسی وقت ہوگیا جب یہ شعری عظمت کو پانے کی طرف گامزن تھی، یعنی جب یہ کتاب لکھی گئی اُس وقت اُردو کے ایک عظیم شاعر غالبؔ کی وفات کو محض ایک سال ہوا تھا (۱۸۶۹) اور دوسرے عظیم شاعر اقبالؔ کے پیدا ہونے میں ابھی چھ سال (۱۸۷۷) باقی تھے۔

علمِ منطق کا مفہوم بیان کرتے ہوئے مولوی نذیر احمد لکھتے ہیں :

''دیکھنا چاہیے کہ غور وفکر کے بعد بھی انسان ہر ایک بات کو ٹھیک سمجھ سکتا ہے یا نہیں ۔ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مرتبہ غور بھی کرتے ہیں ،فکر بھی کرتے ہیں پھر بھی رائے انسانی غلط کی غلط رہتی ہے اور اسی وجہ سے عقلا کی رائیوں میں اختلاف واقع ہے۔کوئی کہتا ہے کہ زمین کو گردش ہے ،کوئی قائل ہے کہ زمین ٹھہری ہوئی ہے آفتاب گھومتا ہے۔کوئی مانتا ہے کہ دنیا کو ایک دن بالکل فنا ہوجانا ہے ۔کوئی معتقد ہے کہ نہیں اسی طرح چلی آئی ہے اور اسی طرح ابد الآباد تک چلی جائے گی۔۔۔پس غور وفکر پر کیا بھروسہ رہا کوئی تدبیر تو کرنی چاہیے کہ غلطیٔ فکر کا انسداد ہو ،اس کے لیے علمِ منطق ایجاد ہوا اور اس میں ایسے قواعد منضبط کیے گئے کہ غور وفکر میں اگر اُن قواعد میں پابندی ہو تو رائے انسانی غلطی سے محفوظ رہے۔ پس عقل کی اصلاح ،فکر کی تصحیح اس علم کا مقصودِ اصلی ہے اور بڑا عمدہ مقصود ہے۔انسان کو مخلوقاتِ عالم پر وجہِ شرافت و بزرگی یہی عقل ہے اور جو چیز اس جوہرِ شریف کی اصلاح کرے گویا وہ انسان کو انسانیت سکھاتی ہے''۔[۱۶]

علمِ منطق کے اہم مبادیات تصور (concept) اور تصدیق (judgment) کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

چیزوں کی جو صورتیں ذہن میں پیدا ہوتی ہیں انہیں صورتوں کو تصور کہتے ہیں یعنی ہر ایک چیز کے لیے جو ایک خاص خیال ذہن میں ہے وہی خیال اُس چیز کا تصور ہے مگر جب تک نِرا خیال ہی خیال ہو اور جب اُس خیال کے ساتھ انسان نے اپنی رائے کو بھی دخل دیا اور اپنی عقل سے اُس کی نسبت کچھ حکم لگایا تو خیال اب منصوبہ ہوگیا اور منصوبوں کا نام تصدیق ہے۔مثلاً گرمی کا نِرا خیال تھا تو تصور تھا۔اب فرض کرو کہ آدمی نے اپنے ذہن میں یہ منصوبہ باندھا کہ گرمی کی یہ خاصیت ہے جس میں اثر کرتی ہے اُس کے اجزا کو پھیلا

دیتی ہے پس گرمی پر اس خاصیت کا حکم لگا نا تصدیق کہا جائے گا پس تصدیق بھی ایک طرح کا تصور ہے مگر مع شے زائد یعنی اس میں حکم زیادہ ہوتا ہے۔'' ۱۷

منطق ،تصور، اور تصدیق کے مفہوم کو واضح کرنے کے بعد وہ ذہن انسانی کے اُس عمل ،جس سے وہ مختلف تصورات سے نتائج اخذ کرتا ہے،کی وضاحت کرتے ہیں :

''جب انسان کا ذہن تصورات کا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے تو ان میں تصرف شروع کرتا ہے، مثلاً سفید کا تصرف اُس کو حاصل ہوگیا اور پھر اُس نے بگلا دیکھا تو اُس کو وہ کیفیت یاد آتی ہے جو سفید چیزوں کو دیکھنے سے اُس کے ذہن پر طاری ہوئی تھی اور بگلے کو دیکھ کر جو کیفیت تازہ طاری ہوئی ہے وہ پاتا ہے کہ یہ کیفیت تازہ اُس کیفیت سابقہ کے مماثل ہے تو یہ کہتا ہے کہ بگلا بھی سفید ہے تو یہ تصدیق ہوئی۔ یوں ذہن تصورات سے تصدیقات کی طرف ترقی کرتا ہے اور تصدیقات کا ذخیرہ جمع کر کے وہ قیاس بناتا اور نتیجے نکالتا ہے۔''۱۸

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ مولوی نذیر احمد مبادیاتِ علمِ منطق کو کس طرح ایک خاص ترتیب سے عام فہم انداز میں بیان کر رہے ہیں ۔لیکن بات اتنی سادہ بھی نہیں ہے ۔کتاب کے مکمل مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں جہاں بات بغیر اصطلاحات کے کی گئی وہاں وہاں تحریر بہت واضح، صاف اور شُستہ ہے مگر جہاں کہیں اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں وہاں مفہوم کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ بعید از فہم اصطلاحات ہیں ،جن میں سے کچھ نمونے کے طور پر درج کی جارہی ہیں : دلالتِ التزامی،دلالتِ مطابقی ،معرّف عموم وخصوص من وجہ،تباینِ جزئی،متصلہ لزومیہ، متصلہ اتفاقیہ،موجہاتِ بسیط،موجہاتِ مرکبہ،منفصلہ عنادیہ،منفصلہ اتفاقیہ،مانعتہ الجمع،محصورہ و مسّورہ وغیرہ وغیرہ۔

اُردو کی علمی نثر کی روایت میں اصطلاحات کا مسئلہ شروع سے رہا ہے ،اور بدقسمتی سے یہ ابھی تک مکمل طور پر حل نہیں ہوا۔ ہندوستان کی مقامی زبانوں(verneculars) کے علاوہ اُردو نے جن زبانوں سے اپنا خمیر لیا وہ تمام اعلیٰ علمی زبانیں تھیں:سنسکرت،عربی، فارسی،انگریزی وغیرہ۔ جب اُردو میں علمی نثر پروان چڑھ رہی تھی اور دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں سے علمی کتابوں کو اُردو میں منتقل کرنے کا کام شروع ہوا تو یہ مسئلہ درپیش آیا کہ کس زبان کے اصطلاحاتی نظام کو اپنا یا جائے۔ ایک راستہ تو یہ تھا کہ علمی اصطلاحات کے لیے عربی و فارسی مآخذ کی طرف مراجعت کی جائے۔ اور جو علمی اصطلاحات انگریزی و دیگر یورپی زبانوں سے وارد ہورہی تھیں اُن کو بھی عربی اصولوں کے مطابق اُردو کے قالب میں ڈھالا جائے ۔جبکہ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ انگریزی اصطلاحات کو اُردو ہجے میں بیان کردیا جائے یا پھر ان دونوں کے درمیان کوئی راستہ اپنا یا جاتا ۔ مولوی نذیر احمد نے واضح مؤقف اپناتے ہوئے عربی مآخذ سے اصطلاحاتی نظام اخذ کیا۔ یہاں ایک چیز کا بیان بہت ضروری ہے وہ یہ کہ مولوی صاحب نے 'مبادی الحکمہ' کے دیباچے میں مرزا قتیل کی علمِ منطق پر کتاب میں استعمال کی گئی اصطلاحات کا ذکر کیا ہے ۔مرزا قتیل کی یہ کتاب اب ناپید ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مرزا قتیل نے منطق کے لیے ٹھیٹھ اُردو اصطلاحات وضع کیں ۔ مولوی صاحب نے اُن اصطلاحات کا اپنی (عربی) اصطلاحات کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے ایک جدول تیار کر کے دیباچے میں دیا ہے جو ہم تھوڑا آگے چل کر درج کریں گے اس

سے پہلے دیکھیے کہ مولوی صاحب نے قتیل کی کتاب کا ذکر کس طرح کیا ہے:

''شاید سب سے پہلے مرزا قتیل نے اس فن کو زبانِ اُردو میں قلمبند کیا تھا۔۔۔مرزا صاحب نے مصطلحات کو بھی بدلا مگر بے لُطف۔۔۔میں نے اس خصوص میں مرزا صاحب کی تقلید نہیں کی، کیونکہ میری رائے میں اُردو کو ابھی تک وہ وسعت حاصل نہیں ہوئی کہ مصطلحاتِ علوم کے لیے اس زبان میں مناسب الفاظ مل سکیں۔علاوہ اس کے گو عربی زبان اجنبی ہے مگر نا آشنائے محض بھی نہیں۔اول تو عربی کے سینکڑوں ہزاروں لفظ روزمرّہ اُردو میں داخل ہیں۔دوسرے،از بسکہ سالہائے دراز تک عربی کا چرچا بڑے زور شور کے ساتھ اس ملک رہ چکا ہے،اس کی آواز گو پست ہوگئی ہے مگر خدانخواستہ ناپید بھی نہیں ہوئی''۱۹

مولوی نذیر احمد کے بیان کے مطابق مرزا قتیل نے اصطلاحات کے لیے ٹھیٹھ اُردو الفاظ استعمال کیے،یعنی انھوں نے عربی و فارسی کے بجائے علمِ منطق کے لیے خالص اُردو الفاظ کو اصطلاحات کے طور پر استعمال کیا۔مولوی صاحب نے اس طریقۂ کار کو رَدّ کرتے ہوئے علمِ منطق کے عربی اصطلاحاتی نظام پر انحصار کیا۔انھوں نے دیباچے میں اپنی اور مرزا قتیل کی اصطلاحات کا ایک جدول دیا ہے جو آج ماہرینِ لسانیاتِ اُردو،لغت نویسوں اور ماہرینِ اصطلاح سازی کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے۔وہ جدول یہ ہے:

مصطلحاتِ متعارفہ(مولوی صاحب)	مصطلحاتِ ایجادِ قتیل
تصدیق	جُوں کا تُوں
محمول	بھرپور
سالبہ	پُورا توڑ
عموم وخصوصِ مطلق	اکہری اونچ نیچ
حَد	اصل اصل
موضوعِ علم	ٹھکانا
خاصہ	اپنا اپنا کام
موضوع	بول
موجبہ	پُورا جوڑ
جُزئی	اچھوتی
عموم وخصوص من وجہ	دُہری اونچ نیچ ۲۰

اس بحث سے قطع نظر کہ آیا مرزا قتیل کی اُردو اصطلاحات اصل مفہوم کا ابلاغ کرتی ہیں یا نہیں لیکن یہ ضرور ہے مولوی صاحب کی اصطلاحات کے برعکس ہماری آنکھیں اور کان اُن سے زیادہ مانوس ہیں۔یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے آج

کل کچھ ہندوستانی ربھارتی معلوماتی ٹی وی چینلز مغربی معلوماتی چینلز کی دستاویزاتی فلموں کو ٹھیٹھ ہندی میں منتقل کر کے پیش کررہے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کام کا آغاز اٹھارویں صدی کے اوائل یا نصف میں مرزا قتیل نے شروع کردیا تھا۔ اس ضمن میں ہم مولوی نذیر احمد کو عربی اصطلاتی نظام اپنانے پر موردِ الزام نہیں ٹھہرا سکتے ۔مولوی صاحب جس دور میں یہ کتاب تصنیف کر رہے تھے اس وقت عربی بدستور ہندوستان کے مسلمانوں کی ایک غالب اکثریت کی علمی زبان تھی۔ اور شاید اُس وقت اس بات کا اندازہ کرنا مشکل تھا کہ انگریزی اس قدر جلد عربی اور فارسی کو داخل دفتر کردے گی۔

'مبادی الحکمہ' میں مولوی صاحب نے جو اصطلاحات متعارف کرائیں وہ شاید اس دور کے مسلمانانِ ہند کے لیے اتنی نا مانوس نہیں تھیں جتنی آج ہمارے لیے ہیں۔ ہمارے دینی مدارس کے درسِ نظامی کے طلبہ آج بھی ان اصطلاحات سے بخوبی شناسا ہیں۔تاہم ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ مولوی صاحب زبانِ اُردو کے لیے اپنے تماتر خلوص، خدمات اور دوراندیشی کے باوجود اس بات کا اندازہ نہ لگا سکے کہ مستقبل میں جدید مغربی تعلیم کے فروغ کے ساتھ انگریزی بہت جلد عربی اور فارسی کی جگہ لے لے گی۔ مولوی نذیر احمد کی اس تصنیف کے تقریباً سینتالیس(۴۷) سال بعد ۱۹۱۷ میں حیدرآباد کن میں جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل آیا اور اس میں ذریعۂ تعلیم اُردو قرار دیا گیا ۔اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری تھا کہ علومِ جدیدہ کی اہم کتابوں کو اُردو میں منتقل کیا جائے۔اس کے لیے جامعہ عثمانیہ کے ماتحت ایک دارالترجمہ 'دارالترجمہ عثمانیہ' قائم ہوا جس میں سارے ہندوستان سے مختلف علوم کے ماہرین کو اکٹھا کیا گیا۔ وہاں بھی اصطلاحات کے ضمن میں یہی مسئلہ درپیش آیا تو اس حوالے سے قائم ہونے والی کمیٹی میں زوردار بحث ہوئی کہ آیا عربی و فارسی مآخذ کی طرف رجوع کیا جائے یا پھر مغربی علوم کی اصطلاحات کو اُسی تلفظ کے ساتھ اُردو ہجے میں بیان کردیا جائے۔لیکن یہاں بھی اسی نقطۂ نظر کی جیت ہوئی جس کے تحت عربی اصطلاحاتی نظام کو فوقیت دی گئی۔ اور آج 'مبادی الحکمہ' طرح دارالترجمہ عثمانیہ میں ترجمہ ہونے والی کتب کے ساتھ بھی یہی مسئلہ ہے کہ دُور ازکار علمی اصطلاحات کی بدولت وہ آج کے اُردو دان طبقے کے لیے کچھ غیر متعلق (irrelevant) ہو کر رہ گئی ہیں،لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اُردو کی علمی نثر کی روایت میں اُن کی اہمیت کم ہوگئی ہے۔

اس کتاب کے مصنف مولوی نذیر احمد کی بنیادی وجۂ شہرت ان کی ناول نگاری ہے۔'مبادی الحکمہ' کی خالص علمی و فلسفیانہ کی زبان دیکھتے ہوئے قطعاً یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ 'مراۃ العروس' اور 'توبتہ النصوح' جیسے ناولوں کا خالق ہی اس کتاب کا مصنف ہے۔ کہاں ان ناولوں کی چٹخارے دار محاوراتی زبان اور کہاں دقیق، گنجلک اور پیچیدہ اصطلاحات پر مبنی سپاٹ، خشک اور بے کیف فلسفیانہ اسلوب۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ کتاب میں خالص عربی اور قدیم اصطلاحات کی بھرمار کے باوجود ،جو شاید موضوع کی مناسبت سے ناگزیر بھی تھیں، اُن مقامات پر جہاں اصطلاحات نہیں یا کم ہیں وہاں طرزِ تحریر براہِ راست، رواں، قطعی اور شستہ ہے۔ اگر چند بنیادی اصلاحات اور تراکیب کے معانی قاری پر واضح ہوں تو مفہوم کے ابلاغ میں قطعاً رُکاوٹ پیش نہیں آتی۔اس کے علاوہ املا کے بھی کچھ مسائل ہیں ۔ یہ بات نہیں کہ مولوی صاحب متن میں الفاظ کا املا اور ہجے غلط کرتے ہیں بلکہ اس دور میں کچھ الفاظ کا املا اور اُن کے ہجے ایسے ہی مستعمل تھے جیسا کہ مولوی صاحب نے استعمال کیے۔اس ضمن میں کتاب سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔اس اقتباس کا املا موجودہ

دور کے املا کے مطابق کر کے پہلے درج کیا جا چکا ہے لیکن اب اس متن کو بغیر کسی تدوین کے بالکل اسی طرح لکھا جا رہا ہے جیسے کہ مصنف نے لکھا:

''جب انسان کا ذہن تصورات کا ذخیرہ جمع کرلیتا ہے تو اونمیں تصرف شروع کرتا ہے، مثلاً سفید کا تصرف اوسکو حاصل ہوگیا اور پھر اوس نے بگلا دیکھا تو اوس کو وہ کیفیت یاد آتی ہے جو سفید چیزوں کو دیکھنے سے اوس کے ذہن پر طاری ہوئی تھی اور بگلے کو دیکھ کر جو کیفیت تازہ طاری ہوئی ہے وہ پاتا ہے کہ یہ کیفیت تازہ اوس کیفیت سابقہ کے مماثل ہے تو یہ کہتا ہے کہ بگلا بھی سفید ہے تو یہ تصدیق ہوئی۔ یون ذہن تصورات سے تصدیقات کی طرف ترقی کرتا ہے اور تصدیقات کا ذخیرہ جمع کر کے وہ قیاس بناتا اور نتیجے نکالتا ہے۔''[۲۱]

یہ کتاب آج سے تقریباً ایک سو چھیالیس(۱۴۶) برس قبل لکھی گئی۔ اس طویل عرصے کے دوران میں اُردو زبان بہت سے ارتقائی مراحل طے کرچکی ہے۔ مندرجہ بالا اقتباس سے ہی کچھ تبدیلیوں کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ ذیل میں کچھ الفاظ کے املا کے فرق کواُن ہونے والی تبدیلیوں کے ساتھ درج کیا جا رہا ہے:

۱۔ ضمّہ /پیش کی بجائے 'ؤ' کا استعمال جیسے 'اُس' کو 'اوس' لکھنا

۲۔ 'ں' کی بجائے 'ن' کا استعمال جیسے 'یوں' کو 'یون' لکھنا

۳۔ کچھ الفاظ کو ملا دینا یا جوڑ کر لکھنا جیسے 'اُن میں' کو 'اونمیں' اور 'اُس کو' کو 'اوسکو' لکھنا

۴۔ علاوہ ازیں اُس دور میں 'یاے معروف' اور 'یاے مجہول' میں فرق بھی نہیں کیا جاتا تھا۔اس کے علاوہ ذیل میں 'مبادی الحکمہ' سے الفاظ کا ایک چارٹ دیا گیا جو اُس دور کے اور آج کے املا کے فرق کو مزید واضح کردے گا:

قدیم استعمال	جدید استعمال	ص
۱۔ مین	میں	۲
۲۔ سردیکو	سردی کو	۳
۳۔ ہون	ہوں	۴
۴۔ باتونکے	باتوں کے	۵
۵۔ بتاین	بتائیں	۲۸
۶۔ ایکہی	ایک ہی	۲۹
۷۔ بہی	بھی	۳۳
۸۔ انمیں	اُن میں	۴۰

۹۔ اوسکو اُس کو ۸۰

مندرجہ بالا تبدیلیوں کا اطلاق کر کے اگر اس کتاب کے متن کو پڑھا جائے تو اس کا مطالعہ مزید آسان ہوجاتا ہے۔ اس دور میں تحریر ہونے والی نثر کی کتابوں میں ہجے اور املا کے تقریباً اسی قسم مسائل پائے جاتے ہیں ۔

اس کتاب کے آخر میں دو تقاریظ شامل ہیں ۔پہلی تقریظ ایم کیمسن کی طرف سے ہے۔ایم کیمسن صوبہ جاتِ شمالی کے ڈائریکٹر مدارس تھے۔علمِ منطق پر کتابوں کا منصوبہ اِنھیں کا تھا جو انھوں نے سر ولیم (لیفٹیننٹ گورنر صوبۂ جات ، شمالی) کی ہدایت پر ترتیب دیا تھا۔ اور اسی منصوبے کے تحت ’مبادی الحکمہ ‘ منصۂ شہود پر آئی۔ یہ تقریظ بنیادی طور پر ایک سرکاری خط ہے جو گورنر سر ولیم میور کو لکھا گیا جس میں سرکاری اشتہار اور اس کے نتیجے میں ملنے والی گیارہ کتابوں اور اُن میں سے مولوی نذیر احمد کی ’مبادی الحکمہ‘ کے انتخاب اور انعام کی منظوری کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ دفتری اندراج کے مطابق اس پر’یاداشت نمبر۱۴۲ اور سال ۱۸۷۰،۷۱ درج ہے۔دوسری تقریظ گورنر صوبہ جاتِ شمالی سر ولیم میور کے دفتر کی جانب سے ہے۔ یہ تقریظ بنیادی طور پر ایم کیمسن کے خط کا جواب ہے۔ اس پر چھٹی نمبر ۹۴۱ الف:۱۸۷۱ درج ہے۔یہ چھٹی گورنر سر ولیم میور کی طرف سے قائم مقام سیکرٹری درجہ دوم نے لکھی ہے۔اس میں ’مبادی الحکمہ‘ کے موضوع اور اسلوب پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے ایم کمسن کی منظوری کی تائید کی گئی ہے۔ اس تقریظ کا ذکر حوالہ نمبر دس(۱۰) میں بھی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ اُردو میں ’مبادی الحکمہ‘ سے پہلے منطق پر مرزا قتیل کی ایک اُردو کتاب کا حوالہ ملتا ہے لیکن یہ کتاب اب تقریباً ناپید ہے اور اس کا حوالہ بھی ہمیں پہلی مرتبہ مولوی نذیر احمد کی ’مبادی الحکمہ ‘میں ہی ملتا ہے۔اس کے علاوہ افتخار احمد صدیقی ’’مولوی نذیر احمد : احوال و آثار‘[ص:۲۳۳] میں ’داستانِ تاریخِ اُردو‘ مؤلفہ حامد حسن قادری کے حوالے سے علمِ منطق پر ’مبادی الحکمہ‘ کی دو معاصر کتابوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ایک مولانا عبدالحق خیر آبادی کی’ زبدۃ الحکمت‘اور دوسری منشی دیبی پرشاد کی ’خلاصۃ المنطق‘(مطبع نول کشور۱۸۷۲)۔ یہ شاید اُن گیارہ(۱۱) کتابوں میں سے ایک ہے جواُس حکومتی اشتہار کے نتیجے میں منصۂ شہود پر آئیں جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔ جہاں تک مولانا عبدالحق خیر آبادی کی ’زبدۃ الحکمت ‘کا تعلق ہے، جس نسخے کا صدیقی صاحب حامد حسن قادری کے حوالے سے ذکر کر رہے ہیں، اُس کا سن ندارد ہے اور شاید اسی وجہ قادری صاحب نے یہ قیاس کیا کہ یہ’مبادی الحکمہ‘ کی ہم عصر ہے۔لیکن’ زبدۃ الحکمت‘ کا ایک نسخہ انجمنِ ترقی اُردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے اس کے اس کا حوالہ کچھ یوں ہے:

زبدۃ الحکمت، مولانا عبدالحق خیر آبادی، دہلی:افضل المطابع ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹۱۳

اس بات کا امکان موجود ہے کہ’ زبدۃ الحکمت‘ پہلی مرتبہ انیسویں صدی ہی میں شائع ہوئی ہو اور بعد میں اس کا دہلی کا ۱۹۱۳ والا ایڈیشن سامنے آیا جس سے حامد حسن قادری اور افتخار احمد صدیقی دونوں ناوقف رہے ہوں۔اس کے علاوہ علمِ منطق پر ایک اور کتاب ’مصباح المنطق‘، جو سلیمانی کتب پریس، بنارس سے شائع ہوئی، کا نسخہ انجمنِ ترقی اُردو کراچی کے کتب خانۂ خاص میں موجود ہے اور اُس پر بھی سن ندارد ہے۔ اس پر بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ’مبادی الحکمت‘ کی ہم عصر کتاب ہو سکتی ہے۔

۲۔ عہدِ حاضر کے معروف اسلامی مفکر اور احیائے علومِ اسلامیہ کے بہت بڑے داعی سید حسین نصر نے اسلامی فلسفہ وفکر پر مبنی ایک جامع العلوم Encyclopedia of Islami Philosophy مرتب کیا۔اس میں شامل وہ اپنے مقالے 'اسلام میں فلسفہ کا مفہوم اور تصور' (The Meaning and Concept of Philosophy in Isalm) میں وہ نہ صرف خود حکمت رحکمہ کو فلسفہ کا مترادف قرار دیتے ہیں بلکہ نمایاں مسلمان عرب حکما کے حوالے سے بھی یہی بات نقل کرتے ہیں :

Nasr,Hussain, Syed.(edited and compiled) The Meaning and Concept of Philosophy in Isalm(Lahore:Sohail Academy,2002) p:22,23

۳۔ اہلِ علم جو مشرقی (عربی، فارسی، اُردو) تحقیق سے وابستہ ہیں وہ اس اصطلاح سے بخوبی ہیں ۔یہاں میں اس کی وضاحت صرف طلبہ کے لیے کر رہا ہوں ۔کسی بھی پُرانے نسخے کے دونوں اطراف، پہلے صفحے ،بشمول سر ورق، سے آخر صفحے تک کتاب مکمل ہو تو اسے کسی بھی کتاب کا صحیح الطرفین نسخہ کہا جاتا ہے۔کلاسیکی دور میں کتاب اور مصنف کے متعلق معلومات کتاب کے آخر میں بھی درج کی جاتی تھیں اس لیے آخری صفحات ،اصل متن کی تکمیل کے علاوہ بھی، بہت اہمیت کے حامل ہوتے تھے ۔بعض اوقات کتاب کے متعلق بنیادی معلومات: مصنف، سنِ اشاعت یا سنِ تکمیل، مطبع (پبلشنگ ہاؤس) اور شہر، فراہم کرتے تھے۔پرُانی کتابوں کے ساتھ یہ مسئلہ اکثر پیش آتا ہے کہ اُن کے ابتدائی اور آخری صفحات، جن پر جملہ معلومات درج ہوتی ہیں ، دست بُردِ زمانہ کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ اس لیے قدیم کتابوں کے ایسے نسخے جن کے ابتدائی اور آخری صفحات اگر ضائع ہو چکے ہوں تو ایسے نسخوں کو ناقص الطرفین کہتے ہیں ۔اور اگر وہ صحیح حالت میں ہوں تو ایسے نسخے کو صحیح الطرفین کہتے ہیں ۔

۴۔ مولوی عبدالحق، قاموس الکتب (جلد سوم: سماجیات)، انجمنِ ترقیٔ اُردو پاکستان، کراچی، ۱۹۹۸، ص:۶۰۹

۵۔ مولوی نذیر احمد، مبادی الحکمہ ،مطبع مجتبائی دہلی ،۱۸۹۱

۶۔ صدیقی ،افتخار احمد، مولوی نذیر احمد: احوال و آثار، مجلسِ ترقیٔ ادب، لاہور، ۱۹۷۱

۷۔ مولوی نذیر احمد، مبادی الحکمہ ، مفیدِ عام سٹیم پریس آگرہ، ہندوستان، ۱۹۲۰

۸۔ مولوی نذیر احمد :احوال و آثار، ص:۲۳۱

۹۔ مولوی نذیر احمد کا کہنا ہے کہ اس سے قبل اُردو میں اس موضوع پر مرزا قتیل کی تحریر کردہ صرف ایک کتاب موجود تھی۔ اگر 'مبادی الحکمت' کے ساتھ ساتھ اس حکومتی اشتہار کے نتیجے میں موصول ہونے والی بقیہ دس (۱۰) کتب کو بھی شائع کر کے محفوظ کر لیا جاتا تو کیا ہی اچھا ہوتا اور علم منطق پر ایک ساتھ گیارہ (۱۱) کتابیں شائع ہوتیں۔ شاید ان میں سے ایک کتاب 'خلاصۃ المنطق' از منشی دیبی پرشاد مطبع نول کشور سے چھپی جس کا ذکر ہم پہلے حاشیے میں کر آئے ہیں۔لیکن ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ جس کتاب (مبادیالحکمت) کو شائع کر کے محفوظ کیا گیا وہ بھی آج شکست و ریخت کا شکار ہے۔اور اگر اُس کو جلد محفوظ نہ کیا گیا تو شاید یہ بھی دستبردِ زمانہ کا شکار ہو کر ناپید نہ جائے۔

۱۰۔ سر ولیم میور اُس وقت ہندوستان کے صوبہ جاتِ (مما لکِ) شمالی کے گورنر تھے۔ان کی گورنری کے دوران میں تعلیم کے فروغ کے لیے بہت سی کوششیں ہوئیں۔وہ یہ چاہتے تھے کہ انگریزی تعلیم کو مقامی زبانوں میں منتقل کر کے ہندوستانی عوام تک پہنچایا جائے۔علمِ منطق پر اُردو میں کتابوں کی تصنیف میں ان کی ذاتی دلچسپی شامل تھی۔ان کی طرف سے 'مبادی الحکمہ' کے آخر میں ایک تقریظ بھی شامل ہے۔

۱۱۔ لیکچروں کا مجموعہ (مولوی نذیر احمد)، مرتبہ، بشیر الدین احمد، دہلی، ۱۹۱۸ (بحوالہ ،مولوی نذیر احمد :احوال و آثار، افتخار احمد صدیقی، ص:۲۳۱)

۱۲۔ یہاں ملاّ قطبی کی منطق پر عربی کتاب کا حوالہ دے رہے ہیں ۔قطبی کا پورا نام الشیخ قطب الدین ابو عبداللہ محمد بن محمد التحتانی لرازی تھا۔اور ان کی کتاب بھی 'القُطبی' کے نام سے ہی مشہور ہے۔یہ عربی میں منطق پر بنیادی درسی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔برِ صغیر پاک و ہند کے دینی مدارس کے درس نظامی کے نصاب میں یہ گزشتہ کئی صدیوں سے شامل ہے۔آج بھی پاکستان کے مدارس میں درسِ نظامی کے علم منطق کے نصاب میں پڑھائی جارہی ہے۔

۱۳۔ مولوی نذیر احمد نے کیمسن صاحب سے ملنے والے انگریزی کتاب کا حوالہ درج نہیں کیا۔پرانی کتابوں خصوصاً تراجم کے حوالے سے ایک اہم بات مشاہدے میں یہ آئی ہے کہ ترجمہ کی گئی کتاب کا اصل حوالہ بہت کم درج کیا جاتا تھا۔کتاب الحکمہ اگر چہ مذکورہ انگریزی کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ اس میں سے کچھ تصورات ماخوذ ہیں ۔اس کے باوجود یہ ضروری تھا کہ اس کا حوالہ درج کیا جاتا۔یہ وہ دور تھا جب لاہور انجمنِ پنجاب کے تحت پنجاب یونیورسٹی کے طلبہ کے لیے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ علمِ منطق کچھ کتابیں ترجمہ کرائی گئیں۔ہوسکتا ہے کہ مولوی نذیر احمد کو کیمسن سے ملنے والی کتاب انھیں کتابوں میں سے ایک ہو۔اگر مولوی صاحب اس کا حوالہ درج کر دیتے تو تصدیق یا تردید ہوسکتی تھی۔

۱۴۔ مبادی الحکمہ ،مولوی نذیر احمد، مطبع مجتبائی بمبئی (موجودہ ممبئی)، ۱۸۹۲،ص:۱

۱۵۔ منطقِ استخراجیہ(deductive logic)،منطقِ استقرائیہ(inductive logic)،ریاضیاتی منطق (mathematicl logic) ،جدید منطق(modern logic)،اخلاقیاتی منطق(ethicla logic)،صوری منطق (formal logic)،جہتی منطق (model logic)امتزاجی منطق(combinatory logic)،تعمیری منطق (constructive logic)،جدلیاتی منطق(dialectical logic)،کثیر القیمت منطق(many valued logic)،منطقی جوہریت(logical atomism)،منطقِ علائق(logic of relations)،منطقی اثباتیت (logical positiveism)،منطقی صورت(logical form)،منطقی مشین(logical machine)،منطقی تجربیت(logical empiricism)،منطقی نحو(logical syntax)،منطقی معنویت(logical sematics)اور فزّی منطق(fuzzy logic)وغیرہ مغربی منطق کی کچھ اہم شاخیں ہیں۔

(کشاف اصطلاحاتِ فلسفہ،مؤلفین ومترجمین،سی ۔اے قادر،اکرام رانا،بزمِ اقبال لاہور،۱۹۹۴)

۱۶۔ مبادی الحکمہ ،ص:٦

۱۷۔ ایضاً،ص:۱۳۰

۱۸۔ ایضاً،ص:۱۱۱

۱۹۔ ایضاً،ص:۱

۲۰۔ ایضاً،ص:۱

۲۱۔ ایضاً،ص:۱۳۰

۲۲۔ مجموعہ ڈپٹی نذیر احمد،سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۴

(اس مجموعے میں اُن کے صرف ناول شامل ہیں ۔لیکن اس کا مقدمہ بہت اہم ہے جو ڈاکٹر سلیم اختر نے لکھا ہے۔اس مقدمے میں مولوی صاحب کی تصانیف کے ذیل میں 'مبادی الحکمہ ' کا بھی ذکر ہے۔اور اس میں یہ بھی درج ہے کہ مولوی صاحب کو اس کتاب پر ۱۹۷۰ میں انعام ملا۔اس مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ کتاب ۱۹۷۰ سے پہلے مکمل کرکے انگریز کے پاس جمع کروائی ہوگی)

من یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا

Board for Advancement of Literature
LAHORE.
بورڈ
1852

مبادی الحکمة

یہ رسالہ علم منطق میں بطرز جدید بعبارت سلیس اردو زبان میں جناب مولوی حافظ
محمد نذیر احمد خان صاحب بہادر سابق ڈپٹی کلکٹر و ممبر بورڈ آف ریونیو ریاست حیدرآباد دکن
حال وظیفہ خوار سرکار عالی نظام مصنف مرآۃ العروس و بنات النعش و توبۃ النصوح وغیرہ نے
واسطے تعلیم طلبہ کے تالیف کیا

12 52
R

اور

پانسو روپیہ سرکار سے انعام پایا

مولوی حافظ محمد عبد الاحد کے اہتمام سے
باجازت مولوی محمد بشیر الدین احمد صاحب
خلف الصدق مؤلف ممدوح
مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوا
سنہ ١٨٩١ء

اعلان

کوئی شخص بلا اجازت صریح مصنف کتاب ہٰذا کے اسکے طبع کا مجاز نہیں ۔

واضح ہو کہ اس مطبع مجتبائی دہلی مین ہر قسم کی کتابین اور قرآن شریف اور حمائل سادہ
مترجم (اور اسی مطبع کی مطبوعہ حمائل شریف مصری مترجم اردو ایک شرفی فی غلطی انعام الی
بقیمت للعہ بلا جلد و مجلد و رجہ اول ہے مع محصول ۳ یہ ہوتی ہے) و کتب دینیات عربی فارسی
اردو - کتب درسیہ مدارس عربی - اسلامی - و نیز کتب سرکاری سررشتہ تعلیم و کتب مصنفہ
حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی و حضرت شاہ ولی اللہ و حضرت شاہ عبد العزیز و مولوی
محمد قاسم صاحب رحمہم اللہ تعالی و مولوی نذیر احمد صاحب و مولوی الطاف حسین حالی و شمس العلماء
مولوی ذکاء اللہ و مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب تفسیر حقانی سلمہم اللہ تعالے

و دیگر کتب مطبوعہ

مصر بمبئی کلکتہ لکھنؤ کانپور آگرہ بریلی پٹنہ آرہ میرٹھ وغیرہ وغیرہ

و کتب مختلف علوم و فنون

منطق معانی ادب طب لغات تصوف ہیئت ہندسہ ریاضی
جبر و مقابلہ تاریخ جغرافیہ طبعیات مناظرہ مباحثہ دواوین موجود
و کتب متفرقہ نایاب نیا نہ ہلی ہی مطبع مجمع العلوم مطبع مجتبائی
دہلی سے طلب فرماوین ۔